مرزا محمد تقی خان ترقی: اردو کے ایک اہم کلاسیکی شاعر

ڈاکٹر محمد اکرم عتیق
ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ گریجوایٹ کالج، وہاڑی

Abstract
Delhi and Lucknow were two major centers of Urdu poetry. In Delhi, there was poetry full of emotions and feelings, while the poets of Lucknow paid attention to the reformation of language and expression and rendered special services in this regard. Mirza Muhammad Taqui Khan Taraqqui from Lucknow was a senior poet from Aatish and Nasikh. Expert style is reflected in his poetry. The principles that Nasikh had formulated for the reform of the language are seen to be followed by Taraqqui. A review of Mirza Taraqqui's manuscripts shows that he had made obsolete the words which were rendered obsolete by the linguistic movement of Nasikh. A conscious and expert attempt to introduce several Urdu words can be seen in his verses. Words that have more than one meaning, Mirza Taraqqui has used them in his verses in such a way that their different meanings become clear. Mirza Taraqqui was the son-in-law of Nawab Siraj-ud-Daula and brother-in-law of Nawab Asif-ud-Daula. In this article, the circumstances and events of Mirza Muhammad Taqui Khan Taraqqui's life have been researched.

Keywords:
سرائے سپنج(Saray Sapnj)، ہفت ہزاری(Haft Hzari)، ساداتِ بارہہ(Sadaat-e-Barha)، نشانِ سیادت (Nishan-e-syadat)، مالکِ وثیقہ (Malik-e-Wseeqa)، بلوم ہارٹ (Bloom Hart)، نیشاپور(Nisha Pur)، امیر بافرہنگ(Ameer Bafrhang)۔

مرزا محمد تقی خان ترقی کا مسکن فیض آباد اور لکھنؤ رہا۔ وہ اٹھارہویں صدی کے نصفِ آخر اور انیسویں صدی کے نصفِ اول کے ایک معتبر اردو شاعر تھے۔ مختلف تذکروں میں ان کے اشعار تحسینی رائے کے ساتھ موجود ہیں۔ جامعہ پنجاب لائبریری کی مملوکہ بیاضِ غزلیات: سلسلہ نمبر ۴۸۱۶ میں بھی ان کی ایک غزل درج ہے۔ لائبریری آف دی انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک تھاٹ اینڈ سیویلائزیشن، کوالالمپور؛ انڈیا آفس لائبریری، لندن اور خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ میں ان کے کلام کا ایک ایک مخطوطہ محفوظ ہے۔

مرزا محمد تقی خان کے والد مرزا محمد امین بن مرزا محمد یوسف تھے۔ترقی کے دادا، اودھ کے پہلے حکم ران میر محمد امین (سعادت خان برہان الملک) کے بھانجے تھے اور والدہ، میر محمد امین کی نواسی تھیں۔میر محمد امین کا سلسلہ نسب ستائیسویں پشت پر امام موسیٰ کاظمؑ سے ملتا ہے، جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے(۱):

"میر محمد امین بن میر محمد نصیر بن میر محمد امین بن میر محمد جعفر بن قاضی میر شمس الدین شہید نجفی بن سید محمد بن سید غیاث الدین محمد بن سید علی بن سید سراج الدین علی بن سید اسحاق بن سید محمد بن سید یحیٰ بن سید غیاث الدین محمد بن سید محمد ثانی بن سید جعفر بن سید حسین المقدم بن سید عبدالحئ بن سید عمر بن سید ارقم بن سید عبدالقادر بن سید تاج الدین بن سید فخر الدین بن سید زید بن موسیٰ کاظم علیہ السلام۔"

اس ترتیب کی روشنی میں ترقی کا شجرہ نسب والدہ کی طرف سے تیسویں پشت پر امام موسیٰ کاظمؑ تک پہنچتا ہے۔قاضی میر شمس الدین شہید نجفی (جو مندرجہ بالا سلسلہ نسب میں پانچویں نمبر پر ہیں) نجف اشرف میں مقیم ایک صاحبِ علم انسان تھے۔شاہ اسماعیل صفوی نے اپنے عہدِ حکومت (۱۵۰۱تا۱۵۲۴ء) میں انھیں اپنے پاس بلا کر قاضی القضات کے عہدے پر فائز کیا اور نیشاپور میں جاگیر سے نوازا۔ان کے بڑے بیٹے کا نام سید محمد جعفر تھا، جس کے دو بیٹے: سید محمد امین اور سید محمد تھے۔(۲) مفتی ولی اللہ فرخ آبادی نے ان کے نام مرزا نصیر اور مرزا یوسف لکھے ہیں۔(۳) کمال الدین حیدر کی تحقیق میں یہ دونوں چچازاد بھائی تھے۔؀ مولانا نجم الغنی خان نے ان کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔(۵)

میر محمد نصیر اور میر محمد یوسف کا زمانہ، شاہ عباس ثانی کا عہدِ حکومت (۱۶۴۲ تا ۱۶۶۷ء) تھا۔(۶) یہ دونوں، شاہ عباس ثانی (بادشاہِ ایران) کے ملازم تھے۔ایک دفعہ بادشاہ کی سواری جنگل کے قریب سے گزر رہی تھی کہ اچانک ایک شیر جنگل سے نکل کر بادشاہ پر جھپٹ پڑا اور اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔میر محمد یوسف نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے شیر کو پیش قبض سے مار ڈالا اور بادشاہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔باشاہ نے اس جاں بازی کے صلے میں انھیں اپنا وزیر بننے کی پیش کش کی لیکن میر محمد یوسف نے اس عہدے سے معذرت کرتے ہوئے عرض کی کہ میرے چچازاد بھائی میر محمد نصیر کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی، آپ اس کی شادی اپنے وزیر رضا قلی بیگ کی بیٹی سے کروا دیجیے، جن کا تعلق قومِ قزلباش سے تھا۔رضا قلی بیگ نے اس رشتے کو اس شرط پر قبول کر لیا کہ اگر اس بندھن سے بیٹی پیدا ہو تو وہ اس کی قوم کے آدمی سے منسوب کی جائے اور یہ رسم ہمیشہ قائم رہے۔اس معاہدے کے ساتھ یہ شادی ہو گئی اور بادشاہ نے میر محمد یوسف کو ان کی خدمت کے عوض میں نیشاپور میں بہت سی

جاگیر دی۔اس شادی سے میر نصیر کے ہاں دو بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔بڑے بیٹے کا نام میر محمد باقر اور چھوٹے کا نام میر محمد امین رکھا گیا۔(۷)

میر محمد نصیر کی اولاد جوان ہوئی تو ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ محمد قلی بیگ میری ماں کا بھتیجا، نسلِ بادشاہانِ ترکمان یعنی مرزا قرا یوسف سے ہے۔اس کے بڑے بیٹے جعفر خان بیگ کے ساتھ اپنی بڑی بیٹی کی شادی کر کے اپنے اس وعدے کو وفا کرو، جو میرے والد سے کیا تھا۔اس نے جواب دیا کہ اگر محمد قلی خان بیگ اپنی بیٹی میرے بیٹے میر محمد باقر سے منسوب کر دے تو میں اپنی بیٹی کی شادی جعفر خان بیگ سے کر دوں گا۔محمد قلی خان بیگ نے یہ شرط قبول کر لی اور دونوں شادیاں ہو گئیں۔جعفر خان بیگ کی اس شادی سے ان کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے۔ بڑے بیٹے کا نام مرزا محسن اور چھوٹے کا نام مرزا مقیم تھا۔یہی مرزا مقیم، دہلی میں ابو المنصور خان صفدر جنگ کے خطاب سے وزیرِ اعظم ہوئے اور یہ شجاع الدولہ کے باپ تھے۔اِنھی سے سلسلہ سیادت و ترکان قرا قونیلو باہم مِل کر گویا قران السعدین ہوا، جنھوں نے اودھ میں سنگِ بنیاد قرا قونیلو نصب کیا۔میر محمد نصیر نے چھوٹی بیٹی کو اپنے بھتیجے میر محمد شاہ میر پسرِ میر محمد یوسف کے ساتھ منعقد کیا۔میر محمد شاہ میر سے اس لڑکی کے ہاں دو بیٹیاں اور دو بیٹے پیدا ہوئے۔بڑے بیٹے کا نام مرزا محمد یوسف اور چھوٹے کا نام نصیر الدین حیدر خان بیگ رکھا گیا۔میر نصیر نے اپنے چھوٹے بیٹے میر محمد امین کی شادی اپنے بھائی میر محمد یوسف کی بیٹی کے ساتھ کی۔یہ وہی میر محمد امین ہیں، جنھیں بعد میں برہان الملک نواب سعادت خان کا خطاب ملا۔(۸)

۱۷۰۶ء میں میرزا نصیر نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا اور اپنے بڑے بیٹے میرزا محمد باقر کے ساتھ بنگالہ پہنچے اور عظیم آباد میں سکونت اختیار کی۔شجاع الدولہ، جو ان دنوں بنگالہ کے ناظم تھے، ان کے معاشی کفیل ہوئے۔(۹) میرزا نصیر کے دوسرے بیٹے میر محمد امین، جو نیشاپور میں تھے، انھیں وہاں زمین کے ٹھیکے میں خسارا ہوا تو وہ ۱۷۰۸ء میں ہندوستان آ گئے۔اس دوران میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا اور وہ اپنے بھائی محمد باقر کے ہم راہ عظیم آباد سے دہلی چلے گئے۔(۱۰) کچھ ہی دنوں بعد ان کا تعارف گجرات کے صوبے دار، سربلند خان سے ہو گیا اور انھوں نے میر محمد امین کو خیمہ نصب کرنے کی ملازمت دے دی۔ایک رات بارش کا پانی خیمے میں چلا گیا تو سربلند خان ان سے ناراض ہو گیا اور وہ دل برداشتہ ہو کر دلی چلے گئے اور وہاں شاہ زادوں کی زمینوں کا ٹھیکا لے کر محنت اور دیانت داری سے کام کیا، جس کے نتیجے میں انھیں منصبِ ہزاری عطا ہوا۔(۱۱)

اس وقت دہلی میں ساداتِ بارہہ اور لکھنؤ میں شیخ زادوں کا زور تھا، جن سے رعیت اور بادشاہ دونوں خوف زدہ تھے۔ میر محمد امین نے ساداتِ بارہہ کو قتل کروادیا اور لڑائی میں ایسی شجاعت دکھائی کہ انھیں دربارِ شاہی سے منصبِ ہفت ہزاری اور سات ہزار سپاہیوں کی سرداری کے ساتھ برہان الملک بہادر جنگ کا خطاب عطا ہوا۔ کچھ عرصے بعد انھیں شاہی توپ خانے کا داروغہ مقرر کر دیا گیا، جس کے بعد انھیں ایسی قوت حاصل ہوئی، جو اس زمانے میں ہندوستان میں کسی کو نصیب نہ تھی۔ شیخ زادوں کو شکست دے کر میر محمد امین لکھنؤ پر قابض ہو گئے۔(۱۲)

میر محمد امین (برہان الملک) کی چھوٹی بہن میر محمد یوسف کے بیٹے میرزا شاہ میر کے عقد میں تھیں۔ جن کے دو بیٹوں میں سے ایک کا نام میرزا یوسف اور دوسرے کا نام نصیر الدین حیدر خان تھا۔ میرزا یوسف کی پہلی شادی جعفر علی خان بیگ کے بھائی مرزا شفیع کی چھوٹی بیٹی سے ہوئی۔ ان کے تین بیٹے سید محمد خان، شاہ میر خان اور میرزا محمد امین تھے۔ میرزا محمد امین کی شادی نصیر الدین حیدر خان کی بیٹی انجم النسا بیگم المشہور کھیتو بیگم سے ہوئی، جو نواب برہان الملک کی نواسی تھیں، جس سے چار بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں:

۱۔ مرزا محمد نصیر
۲۔ مرزا محمد تقی خان
۳۔ قدسیہ بیگم
۴۔ مرزا علی نقی خان عرف مرزا جو (بعض کتابوں میں مرزا چھجو)
۵۔ سب سے چھوٹی بہن جو سات برس کی عمر میں انتقال کر گئی
٦۔ مرزا محمد یوسف عرف مرزا ابو۔ سولہ برس کے تھے کہ گھوڑے سے گر کر انتقال فرمایا۔(۱۳)

مندرجہ بالا مباحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ترقی کے آبا و اجداد نیشاپوری سید تھے، جو وہاں سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے۔ سعادت خاں ناصر نے ترقی کو "فیروزہ معدنِ نیشاپور" لکھا ہے۔(۱۴)

ترقی، فیض آباد میں پلے بڑھے۔ مختلف تذکرہ نگاروں: لالہ سری رام (۱۵) محسن لکھنوی (۱٦) گارسیں دتاسی (۱۷) قدرت اللہ قاسم (۱۸) اور نواب مصطفی خان شیفتہ (۱۹) نے انھیں فیض آباد کا باسی قرار دیا ہے۔

کسی تذکرے اور تاریخ میں ترقی کا سالِ ولادت درج نہیں۔ ان کے سنہ وفات: ۱۸۳۰ء (۲۰) کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، بعض داخلی شہادتوں سے ان کے زمانہ ولادت کا قیاسی تعین ممکن ہے۔ اس ضمن میں ترقی کے مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ کیجیے:

واے! یہ ساٹھ برس بے خبری میں گزرے　　للہ الحمد کہ ہم اب بھی خبردار ہوئے

اس گھڑی جوش پہ اپنا ہے دلِ طوفاں زا　　کشتیِ چشم میں مَردُم ہیں بد آثار ہوئے

ان اشعار سے مترشح ہوتا ہے کہ ترقی نے کم از کم ساٹھ سال یا اس سے زیادہ کی عمر پائی۔ اس شہادت کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ترقی کی ولادت ۱۷۷۱ء سے قبل ہوئی۔ ترقی کی شادی ۱۷۸۶ء میں ہوئی۔ (۲۱) اُس دور کے رواج کے مطابق شادی کے وقت ان کی عمر تقریباً اٹھارہ، بیس سال ہو سکتی ہے۔ اس سے بھی ترقی کی ولادت سے متعلق مندرجہ بالا مفروضے کو تقویت ملتی ہے۔

مرزا محمد تقی کا خطاب اسد الدولہ رستم الملک خان بہادر فیل جنگ، عرف آغا صاحب تھا اور تخلص ترقی۔ (۲۲) مختلف تذکروں اور تاریخوں میں ترقی کے نام کا آغاز "مرزا" سے ہوتا ہے لیکن ان کا تعلق سید خاندان سے ثابت ہو جانے پر ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری کا موقف ہے کہ نشانِ سیادت "میرزا" ہے، اس لیے ترقی کے نام کے شروع میں "میرزا" لکھنا چاہیے۔ (۲۳)

اس میں شبہہ نہیں کہ "مرزا" مغلوں کا لقب ہے لیکن مولوی فیروز الدین نے "میرزا" کو بھی مغل زادہ اور مغلوں کا لقب لکھا ہے۔ (۲۴) مولوی نور الحسن نیّر نے "نور اللغات" میں الفاظ کی الف بائی ترتیب سے "میرزا" کے مقام پر اسے الگ لفظ کے طور پر درج نہیں کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ "مرزا"، "میرزا" کا مخفف ہے اور فارسیوں نے بھی استعمال کیا ہے۔ (۲۵) "فرہنگِ آصفیہ" کے مطابق "میرزا" شہزادوں، امیر زادوں اور مغلوں کا لقب ہے، "مرزا" اسی کا مخفف ہے اور ایران میں بادشاہوں اور بادشاہ زادوں کی نسبت بہ طورِ القاب مستعمل ہے۔ بعض محققین کی رائے ہے کہ ایران میں بزرگ زادوں اور رئیس زادوں کے واسطے ہی نہیں بلکہ سادات کے حق میں بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ (۲۶)

ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری نے اپنے مضمون میں ترقی کے سالِ وفات سے متعلق ناسخ کے جس قطعے کا حوالہ دیا ہے، اس کا پہلا مصرع ہے:

تھے حاتمِ زمانہ مرزا تقی ترقی (۲۷)

اس مصرعے میں وزنِ شعر کی مناسبت سے اپنے مقام پر "مرزا" (فعلن) ہی ہونا چاہیے، نہ کہ "میرزا" (فاعلن)۔ ترقی کے ہاں ہونے والے مشاعروں میں ناسخ شریک ہوتے رہے۔ انھیں ترقی کی قربت حاصل رہی اور

ان کا ذوقِ شاعری ترقی کی مصاحبت میں پروان چڑھا۔(۲۸)اگر ترقی اپنے نام کے ساتھ "میرزا" لکھا کرتے تو ناسخ، محض مصرعے کا وزن پورا کرنے کے لیے انھیں "مرزا" ہرگز نہ لکھتے۔"مرزا" اور "میرزا" سے متعلق مندرجہ بالا وضاحتوں اور خاص طور پر ناسخ کی گواہی سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ترقی اپنے نام کے ساتھ "مرزا" ہی لکھتے ہوں گے۔

ڈاکٹر اکبر حیدری کاشمیری لکھتے ہیں کہ جب نواب آصف الدولہ نے دارالخلافہ، فیض آباد سے لکھنؤ منتقل کیا تو قافلہ شعرا کے ساتھ ترقی بھی آئے اور آخر عمر تک یہاں رہے۔(۲۹) لیکن یہ درست نہیں۔ ترقی نے آصف الدولہ کی والدہ بہو بیگم کی وفات (۱۸۱۵ء) کے بعد لکھنؤ میں باقاعدہ سکونت اختیار کی۔(۳۰)البتہ اس سے قبل وہ وقتاً فوقتاً دونوں شہروں میں قیام کرتے تھے۔ مولانا نجم الغنی خان رقم طراز ہیں:"محمد تقی خان کہ لکھنؤ اور فیض آباد میں رہتے تھے۔"(۳۱)

ترقی کی والدہ عین جوانی میں انتقال کر گئیں۔(۳۲) نواب آصف الدولہ نے ترقی کو خردسالی سے بہ طور فرزندوں کے پرورش کیا تھا، اس لیے تمام اہلِ خاندان وارا کینِ ریاست ان کا ادب کرتے تھے۔(۳۳) آصف الدولہ کے والد نواب شجاع الدولہ نے ۱۷۶۵ء میں لکھنؤ کو چھوڑ کر فیض آباد کو دارالحکومت قرار دیا(۳۴) اور فیض آباد کو اپنا مستقر بنالیا اور اس کی تعمیر و ترقی کی طرف بھرپور توجہ دی۔ جس کے نتیجے میں مختلف علاقوں کے خوش باش، اہلِ قلم، اہلِ سیف، تاجر، صناع اور ہر طبقے اور ہر درجے کے لوگ یہاں جمع ہو گئے۔ دہلی کے اکثر باکمال وطن کو خیر باد کہہ کے یہاں آ گئے۔(۳۵) "آدمیوں کی کثرت اور سپاہیوں کے ہجوم سے شہر کے اندر اس قدر بھیڑ لگی رہتی تھی کہ گزرنا دشوار تھا اور غیر ممکن تھا کہ کوئی شخص بغیر اٹکے ہوئے سیدھا چلا جائے۔ فیض آباد نہ تھا، انسانوں کا جنگل تھا۔ بازار میں دیکھیے تو ملکوں ملکوں کا مال ڈھیر تھا اور یہ خبر سن کے کہ فیض آباد میں نفیس مزاج رئیسوں اور شوقین امیروں کا منتخب مجمع ہے، ہر طرف سے تاجروں کے قافلے لدے پھندے چلے آتے تھے اور چوں کہ چاہے کیسا ہی قیمتی مال ہو، ہاتھوں ہاتھ بِک جاتا تھا۔ اچھی سے اچھی چیزوں کے آنے کا سلسلہ بندھ گیا تھا۔ جب دیکھیے ایرانی، کابلی، چینی اور فرنگی سوداگر نہایت گراں قیمت اور بھاری مال لیے ہوئے موجود رہتے تھے... دو سو فرانسیسی جو یہاں اقامت گزیں ہو گئے، سرکار میں ملازم تھے اور شجاع الدولہ کی سلطنت سے روابطِ اتحاد رکھتے تھے، جو سپاہیوں کو فوجی تعلیم دیتے اور اور توپیں اور دیگر اسلحہ جنگ اپنے اہتمام میں تیار کراتے۔"(۳۶)

شرر(۳۷)،(۳۸)فیض آباد کے متعلق لکھتے ہیں:

"ایک عجیب رونق و تمکنت کا شہر نظر آیا، جس میں وضع دارانِ دہلی میں سے خوش پوشاک اور وضع دار شریف زادے، حاذق اطبائے یونانی، اعلیٰ درجے کے مردانے اور زنانے طائفے، ہر شہر اور ہر مقام کے مشہور اور باکمال گویے سرکار میں ملازم تھے اور بڑی بڑی تنخواہیں پا کے عیش و فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے، ادنیٰ و اعلیٰ، سب کی جیبیں روپوں اور اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیں اور ایسا نظر آتا تھا کہ جیسے یہاں کبھی کسی نے افلاس و احتیاج کو خواب میں بھی نہیں دیکھا ہے۔ نواب وزیر شجاع الدولہ بہادر، شہر کی سرسبزی، رونق اور رعایا کی مرفہ الحالی میں ہمہ تن مصروف تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ چند ہی روز میں فیض آباد، دہلی کی ہم سری کا دعویٰ کرے گا۔"

"ہر قسم کے اور ہر جگہ کے اعلیٰ دست کاروں، صناعوں اور طالب علموں نے وطنوں کو خیر باد کہَ کے فیض آباد ہی کو اپنا مسکن بنالیا اور یہاں ہر زمانے میں ڈھاکے، بنگالے، گجرات، مالوہ، حیدر آباد، شاہ جہاں آباد، لاہور، پشاور، کابل، کشمیر اور ملتان وغیرہ کے طالب علموں کا ایک بڑا بھاری گروہ موجود رہتا، جو علما کی درس گاہوں میں تعلیم پاتے اور چشمۂ علم سے، جو فیض آباد میں جاری رہتا تھا، سیر اب ہو ہو کے اپنے گھروں کو واپس جاتے۔

۰۰۰ شجاع الدولہ کا طبعی میلان مہ جبین عورتوں اور رقص و سرود کی طرف تھا، جس کی وجہ سے بازاری عورتوں اور ناچنے والے طائفوں کی شہر میں اس قدر کثرت ہو گئی تھی کہ کوئی گلی کوچہ ان سے خالی نہ تھا۔"

شجاع الدولہ کی وفات (۱۷۷۴ء) کے ساتھ فیض آباد کی ترقی کا دور ختم ہو گیا لیکن انھوں نے ۱۷۶۵ تا ۱۷۷۴ء کے نو، دس سالہ دور میں فیض آباد کو دلہن کی طرح سجا دیا، اس شہر کی تہذیب و ثقافت کو ایک نیا رنگ دیا اور اس میں ایک رونق پیدا کر دی۔

شجاع الدولہ کی وفات کے بعد آصف الدولہ نے مسند نشین ہونے کے بعد ماں سے ناراض ہو کر لکھنؤ کی راہ لی اور ۱۷۷۵ء میں دارالخلافہ فیض آباد سے لکھنؤ منتقل کر دیا تو سرکاری کارخانے بھی لکھنؤ آ گئے، جس کے نتیجے میں فیض آباد کی رونق ماند پڑنے لگی۔ (۳۹) اور آصف الدولہ کی والدہ بہو بیگم کی وفات (۱۸۱۵ء) کے بعد یہاں کی رونق مستقل لکھنؤ منتقل ہو گئی۔ (۴۰)

شجاع الدولہ کی وفات کے وقت ترقی کی عمر کم از کم چودہ سال ہو گی۔ یہ ان کے لڑک پن یا نوجوانی کا دور ہو گا۔ فیض آباد کے پُر رونق ہونے کے ساتھ اس میں علم و ادب کا ایک ماحول پیدا ہو گیا تھا اور یہی وہ ماحول تھا، جس

میں ترقی نے پرورش پائی۔ اس ماحول میں انھیں علم و ادب اور شاعری سے رغبت پیدا ہوئی ہو گی۔ علم و ادب سے ان کی دل چسپی حیدری (۴۱) کے مندرجہ ذیل بیان سے بہ خوبی ظاہر ہوتی ہے:

"ترقی کا کتاب خانہ مشہور تھا۔ اس میں اردو، فارسی اور عربی کے بیش بہا قلمی نسخے موجود تھے۔ انھی میں میر حسن کا تذکرہ شعرائے ہندی بہ خطِ مصنف بھی تھا، جسے راقم نے حال ہی میں ترتیب دے کر شائع کیا ہے۔ یہ کتب خانہ سلطان المدارس میں منتقل ہوا ہے۔ یہاں یہ علمی خزانہ بڑی کس مپرسی کے عالم میں ہے اور کوئی اس کی دیکھ بھال نہیں کرتا ہے۔ بعض نسخے بہت قدیم ہیں، یعنی سیکڑوں برس پہلے کے ہیں۔"

ترقی، میر سوز کے شاگرد تھے۔(۴۲)، میدانِ سخن میں ان کی بڑائی تسلیم کرتے تھے اور ان کا بڑا احترام کرتے تھے:

ترقی! اب نہ کر گویائی اتنی، دو گھڑی چپ رہ اسے سن! سوز جو سحرالبیاں استاد آتا ہے

ڈاکٹر زاہد منیر عامر کی تحقیق کے مطابق ۱۷۷۵ء میں میر سوز فیض آباد میں موجود تھے۔(۴۳)

تذکروں اور کتبِ تاریخ سے ترقی کے پیشے یا ملازمت سے متعلق معلومات نہیں ملتیں، البتہ ان کا شمار رؤسائے فیض آباد میں ہوتا تھا۔(۴۴) مولانا نجم الغنی (۴۵) کے بہ قول:

"مرزا محمد تقی خان مالکِ وثیقہ اور گویا فیض آباد کے نواب تھے۔"

آصف الدولہ کی والدہ بہو بیگم نے آصف الدولہ سے کہہ کر ترقی کے لیے تین ہزار اور ان کی بیوی (لطف النسا) کے لیے ایک ہزار روپے ماہ وار مقرر کروائے۔(۴۶)

خاندانی پس منظر اور نواب شجاع الدولہ کے خاندان سے قربت اور اس کی طرف سے دی گئی قدر و منزلت کی وجہ سے ترقی، صاحبِ جاہ و ثروت تھے۔ مال و دولت کی فراوانی اور رسوخ کی وجہ سے وہ رعونت کا شکار نہیں تھے بلکہ اخلاقی خوبیوں کے مالک تھے اور دوسروں کے ساتھ ان کا سلوک مشفقانہ تھا۔ ترقی کا تعارف کرواتے ہوئے قدرت اللہ قاسم (۴۷) رقم طراز ہیں:

"در فیض آباد خوش باش، صاحبِ تمکین و عمدہ معاش با جاہ و ثروت تمام مرزا محمد تقی نام... بہ ہر کس بزرگانہ می ساخت۔"

ترقی کے متعلق گارسیں دتاسی کی بھی یہی رائے ہے۔(۴۸) شیفتہ نے انھیں "امیر عالی نہاد" لکھا۔(۴۹) سعادت خاں ناصر نے "امیر با فرہنگ، رئیسِ با کرم، سردارِ با حشم اور شمعِ انجمن افروز" جیسی تراکیب سے ان کا تعارف کروایا۔(۵۰) اعظم الدولہ سرور (۵۱) نے ان کے طرزِ زندگی، شوکت و تونگری اور تہذیب و شائستگی کا ذکر یوں کیا:

"بسیار عمدہ معاش و باجاہ و ثروت و صاحبِ مروت۔"

ان کی شخصیت کے ظاہری و باطنی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی خوش طبعی، فیاضی اور اہلِ کمال و صاحبانِ سخن کی قدر افزائی کی تصویر مصحفی (۵۲) یوں کھینچتے ہیں:

"جوانیست باغ و بہار، سرو قامتش بہ لباسِ موزونی آراستہ و پنجہ دستش بہ حنائے سخاوت پیراستہ، عالی دودمانی ایشان محتاج شرح و بیان نیست... رجوع از تہِ دل بہ اہلِ کمال و صاحبانِ سخن از عطیہ دستِ اوزر بدست می آرند۔ ہر کس و ناکس را محروم نمی گزارد۔"

فیض آباد میں نواب محمد تقی خاں ترقی کا دربار پُر رونق تھا، بہت سے اربابِ کمال ان کے ملازم تھے۔(۵۳) اپنے زمانے کی عام روش کے مطابق ترقی نے شعرا کی سرپرستی اختیار کی۔(۵۴) میر مستحسن خلیق ان کے ہاں پندرہ روپے ماہوار پر ملازم تھے۔(۵۵) ناسخ (۵۶) اور آتش (۵۷) بھی ان کے درِ دولت سے وابستہ تھے۔

نواب میرزا حسام الدین حیدر، تخلص نامی (متوفی ۳/ اکتوبر ۱۸۴۶ء) (۵۸) نے ترقی کے جود و سخا کی تعریف یوں کی ہے:

ایسے طے سے حاتم عمل گے ہوں ہوئے نہ ... کیا نہ رد کبھو نے ترقی اپنا التماس

حیدری((۵۹) لکھتے ہیں:

"طالب علی خان عیشی (متوفی: ۱۸۲۴ء) اردو فارسی کے مشہور شاعر تھے۔ جناب راجہ صاحب محمود آباد کے کتاب خانے میں کلیاتِ عیشی کے کئی نادر اور نایاب مخطوطے محفوظ ہیں۔ ان کا ایک نسخہ ۱۲۳۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس میں ترقی کی مدح میں کئی قصیدے اور مثنویاں ہیں۔ ورق ۱۴۱/ ا،ب میں مثنوی 'در مدح اسد الدولہ رستم الملک فیل جنگ آغا تقی خان بہادر دام اقبالہ' کے تحت ۲۳۵ شعر درج ہیں۔"

ترقی، شجاع الدولہ کے داماد تھے، ان کی بیوی، والدہ کی طرف سے آصف الدولہ کی سوتیلی بہن تھیں۔ ترقی کی شادی کی غرض سے آصف الدولہ اپنی والدہ کے پاس گئے اور کہا کہ یہ لڑکی بی بی لطف النسا، جو آپ کے سایہ عاطفت میں پرورش پا رہی ہے، میری بہن اور والدِ مغفور کی بیٹی ہے۔ جب اس کی ماں نے بہ حالتِ رضاعت رحلت کی تو جناب والد ماجد نے آپ کی آغوشِ شفقت میں جگہ دی تاکہ اس کی پرورش بہ خوبی ہو جائے اور اصل حال اس وجہ سے نہ کھولا کہ مبادا اس کی جانب سے آپ کا میلِ خاطر کم ہو جائے اور انھوں نے اپنی بیماری کے دنوں میں بسنت علی خاں و جواہر علی خان (خواجہ سرا) کے سامنے یہ وصیت فرمائی تھی کہ تمھاری والدہ ماجدہ کے سایہ الطاف میں جو دختر

آسایش گزیں ہے وہ میری بیٹی اور تمھاری بہن ہے۔ایسا نہ ہو کہ بیگم صاحبہ ناواقفیت سے اس کا بیاہ کسی نامناسب جگہ کر دیں۔بیگم صاحبہ نے دونوں ناظروں کو طلب کر کے تصدیق چاہی تو انھوں نے ازرُوے قسم نواب صاحب کے بیان کی تصدیق کر دی۔جب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تو ترقی کی شادی بڑی دھوم دھام کے ساتھ لطف النسا المعروف چھوٹی بیگم سے کر دی گئی۔(۶۰)

ترقی کے فرزند، نواب میرزا محمد علی خان (متوفی:۱۸۵۸ء)، صاحبِ دیوان شاعر تھے۔ان کا خطاب دلیر الدولہ فیروز جنگ خان بہادر تھا، حیدر تخلص کرتے تھے، حیدر میرزا اور آغا حیدر کے نام سے معروف تھے۔رضا برق کے شاگرد تھے۔ان کا مطبوعہ دیوان نایاب ہے، البتہ ایک نسخہ لکھنؤ کے سلطان المدارس میں محفوظ ہے۔(۶۱)

کسی تذکرے اور تاریخ میں ترقی کا سالِ وفات درج نہیں، لیکن بعض شعرا کے دواوین میں ان کے سنہ وفات سے متعلق قطعات سے اور خاص طور پر ڈاکٹر اکبر حیدری کی تحقیق سے ان کے سالِ وفات کا حتمی علم ہو جاتا ہے۔وہ بہ ذاتِ خود ترقی کے مقبرے پر گئے اور وہاں سے انھیں جو معلومات ملیں ان کا اظہار کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ ترقی کا انتقال لکھنؤ میں ہوا، وہ کاظمین کے متصل نیشاپوری مقبرے میں دفن ہیں۔ان کی قبر کے کتبے پر میر خلیق کی کہی ہوئی تاریخ کندہ ہے، جو ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۰ء) ہے۔ڈاکٹر اکبر حیدری نے وہ تاریخ نوٹ کی لیکن ان سے کہیں کھو گئی، اس لیے اپنے کسی مضمون میں تحریر نہ کر سکے۔(۶۲)

نواب مصطفیٰ خان شیفتہ نے "گلشنِ بے خار" میں ترقی کے ترجمے میں ان کا ذکر بہ صیغہ حال کیا۔(۶۳) اس حوالے سے ترقی کے بارے میں بلوم ہارٹ (۶۴) لکھتے ہیں:

> "He is mentioned as still alive and as being one of the grandest of Faiz abad, in the Gulshani-bekhar a Persian tazkirah of Hindustani poets by Muhammed Mustafa Khan Sheftah."

"گلشنِ بے خار" کے زمانہ تصنیف (۱۸۳۲۔۱۸۳۴ء) کو مدِ نظر رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ترقی ۱۸۳۲ اور ۱۸۳۴ء کے درمیان زندہ تھے لیکن یہ بات درست نہیں، اصل میں ان کا سنہ وفات ۱۸۳۰ء ہی ہے۔ناسخ اور مرزا علی نظر کی کہی ہوئی تاریخوں کے مطابق بھی وہ ۱۸۳۰ء میں فوت ہوئے۔ترقی کے مشہور مطلع:

دنیا کے جو مزے ہیں، ہرگز یہ کم نہ ہوں گے   چرچے یہی رہیں گے، افسوس! ہم نہ ہوں گے

میں تصرف کر کے ناسخ نے ان کا سالِ وفات نکالا، جس سے متعلق ناسخ کا پورا قطعہ ذیل میں پیش ہے:

تھے حاتمِ زمانہ مرزا تقی ترقی
ایسے کہیں جہاں میں صاحب نظر نہ ہوں گے

تا حشر اس امیرِ فیاض کے برابر
اہلِ حشَم نہ ہوں گے، عالی ہمم نہ ہوں گے

پائی وفات اس نے، ماتم سرا ہیں سینے
ہے کون دل کہ جس میں سو خارِ غم نہ ہوں گے

ہوں گے اگر نیستاں بہرِ قلم میسر
اوصاف اس کے ناسخ! تو بھی رقم نہ ہوں گے

لے لیں گے ساتھ اس کو جب تک نہ روزِ محشر
خلدِ بریں میں داخل شاہِ امم نہ ہوں گے

کِن اس بلیغ کا یوں مطلع برائے تاریخ
بس ایک سے زیادہ اعداد کم نہ ہوں گے

دنیا کے جو مزے ہیں باللہ کم نہ ہوں گے
چرچے یہی رہیں گے، اے وائے! ہم نہ ہوں گے

۱۲۴۶ھ =۱۲۴۵+۱

مندرجہ بالا قطعہ تاریخ ڈاکٹر اکبر حیدری نے پہلے ۱۹۷۶ء میں شائع ہونے والے (۶۵) اور پھر ۱۹۸۲ء میں چھپنے والے اپنے ایک مضمون میں تحریر کیا،(۶۶) وہ لکھتے ہیں کہ یہ تاریخ لکھنؤ یونی ورسٹی میں موجود دیوانِ ناسخ کے قلمی نسخے میں درج ہے اور ابھی تک ان کے دیوان میں نہیں چھپی۔ (۶۷) ڈاکٹر اکبر حیدری کے ثانی الذکر مضمون کی اشاعت کے بعد بھی پاکستان میں مرتب ہونے والے کلیاتِ ناسخ کے نسخوں میں مذکورہ مخطوطے سے استفادہ کر کے یہ تاریخ درج نہیں کی گئی۔ڈاکٹر اکبر حیدری کے مطابق مذکورہ مخطوطہ دیوانِ ناسخ میں یہ تاریخ اعداد سمیت اسی طرح درج ہے لیکن اس سے مطلوبہ اعداد بر آمد نہیں ہوتے۔(۶۸) راقم کی بھی یہی رائے ہے۔

راجا صاحب محمود آباد کے کتب خانے میں مرزا علی نظر شاگردِ مصحفی کے قلمی و غیر مطبوعہ دیوان کے آخر میں "تاریخِ وفات محمد تقی خان بہادر فیل جنگ" کے عنوان سے ترقی کا سالِ وفات ۱۲۴۶ھ (۱۸۳۰ء) درج ہے(۶۹):

محمد تقی خاں بہادر کہ بود
بہ جود و شجاعت، عدیم المثال

بہ حکمِ خدا زیں سرائے سپنج
سُوے باغِ فردوس کرد انتقال

پےِ سالِ تاریخِ آں ذی شکوہ
چو کردم نظر از دلِ خود سوال

ہماں دم خرَد از سرِ حلم گفت　　برفت از زماں قدر دانِ کمال

۱۲۴۶ھ = ۸+۱۲۳۸

حوالہ جات وحواشی

۱۔ نجم الغنی خان، مولانا،(۱۹۷۸ء)۔تاریخِ اودھ ،جلد اول۔ کراچی، نفیس اکیڈمی، ص ۱۲، ۱۳

۲۔ حیدر، کمال الدین،(۱۸۹۶ء)، سوانحاتِ سلاطینِ اودھ ،جلد اول۔ لکھنؤ، مطبع نول کشور، ص ۱۹

۳۔ ولی اللہ فرخ آبادی، مفتی، (۱۹۶۵ء)عہدِ بنگش ، مترجم: حکیم شریف الزماں، کراچی، آل پاکستان ایجوکیشنل ریسرچ، ص ۹۳

۴۔سوانحاتِ سلاطینِ اودھ ، جلد اول۔ ص ۱۹

۵۔ تاریخِ اودھ ، جلد اول۔ ص ۱۳

۶۔ سوانحاتِ سلاطینِ اودھ ، جلد اول۔ ص ۱۹

۷۔ ایضاً

۸۔تاریخِ اودھ ،جلد اول۔ ص ۱۴، ۱۵

۹۔ قاسم علی،(۱۹۹۰ء)تاریخِ شاہیہ نیشا پور(مترجم:عبدالسلام)۔ نئی دہلی: جامعہ نگر، ص ۴

۱۰۔ تاریخِ اودھ ، جلد اول۔ ص ۱۶

۱۱۔ ایضاً۔ ص ۱۷

۱۲۔ شرر، عبدالحلیم، (۲۰۰۵ء)قدیم لکھنؤ، مشرقی تمدن کا آخری نمونہ۔ لاہور: بک ٹاک، ص ۲۹-۳۱

۱۳۔سوانحاتِ سلاطینِ اودھ ، جلد اول۔ ص ۲۶

۱۴۔ سعادت خاں ناصر(۱۹۷۰ء)۔ خوش معرکہ زیبا، جلد اول(مرتب: مشفق خواجہ)،لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب، ص ۲۱۸

۱۵۔ لالہ سری رام(۱۹۱۱ء)،خم خانہ جاوید: جلد دوم، دہلی، مطبع نول کشور، ص ۵۲

۱۶۔ محسن لکھنوی(۱۹۷۰ء)سراپا سخن ، مرتب: ڈاکٹر اقتدا حسن،لاہور، اظہار سنز، ص ۲۸

۱۷۔ گارسیں دتاسی،(۱۸۴۸ء)،تاریخِ ہندوی و ہندوستانی لٹریچر ، ترجمہ بہ عنوان: تاریخ شعراے اردو، مترجمین: ایف فیلن صاحب و مولوی کریم الدین، دہلی، مطبع العلوم، ص۳۶۱

۱۸۔ قدرت اللہ قاسم،(۱۹۳۲ء)،مجموعہ نغز، مرتب: محمود شیرانی،لاہور، سلسلہ نشریات کلیہ پنجاب، ص۱۳۸

۱۹۔ نواب محمد مصطفیٰ خان شیفتہ،(۱۹۷۳ء)،گلشنِ بے خار، مرتب: کلب علی خان فائق، لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب، ص۱۰۱

۲۰۔ ڈاکٹر اکبر حیدری،(ستمبر ۱۹۸۲ء)،"مخطوطہ دیوانِ ترقی (نسخہ خدا بخش لائبریری)" مشمولہ: نقوش (عصری ادب نمبر)۔لاہور، شمارہ:۱۲۹، ص۵۶

۲۱۔ نجم الغنی خان، مولانا،(۱۹۸۰ء)، تاریخِ اودھ ، جلد سوم، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص۲۶۹

۲۲۔ مصحفی، غلام ہمدانی ،(۱۹۳۴ء)، ریاض الفصحا، مرتب: مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، انجمنِ ترقیِ اردو، ص ۵۴

۲۳۔ کاشمیری ،ڈاکٹر اکبر حیدری ،(اکتوبر،نومبر ۱۹۷۶ء) "میرزا محمد تقی خاں ترقی" مشمولہ: سیارہ ،ماہ نامہ۔لاہور، ص۱۱۰

۲۴۔ فیروزالدین، مولوی، (س۔ن)۔ فیروزاللغات۔لاہور، فیروز سنز، ص۱۳۲۹

۲۵۔ نیّر، مولوی نورالحسن،(طبع دوم ۱۹۸۵ء)، نور اللغات، جلد چہارم، اسلام آباد، نیشنل بک فاونڈیشن، ص۶۱۸

۲۶۔ دہلوی، مولوی سید احمد (۱۹۷۷ء)، فرہنگِ آصفیہ ، جلد چہارم،لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ص۵۰۴

۲۷۔ "میرزا محمد تقی خاں ترقی" مشمولہ سیارہ۔ ص۱۱۳

۲۸۔ نور الدین ،ڈاکٹر ابو سعید (۱۹۹۷ء)، تاریخِ ادبیاتِ اردو، حصہ دوم۔لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی ، ص ۷۲۸

۲۹۔ "میرزا محمد تقی خاں ترقی" مشمولہ سیارہ۔ ص۱۱۲

۳۰۔ سوانحاتِ سلاطینِ اودھ ، جلد اول۔ ص۲۳۳

۳۱۔ نجم الغنی خان، مولانا،(۱۹۸۲ء)،تاریخِ اودھ ، جلد چہارم۔ کراچی: نفیس اکیڈمی، ص۱۵۴

۳۲۔ تاریخِ شاہیہ نیشا پور۔ ص۹

۳۳۔ تاریخِ اودھ ، جلد سوم۔ ص۲۶۹

۳۴۔ نجم الغنی خان، مولانا،(۱۹۸۷ء)، تاریخِ اودھ، جلد دوم۔ کراچی: نفیس اکیڈمی، ص ۱۵۳
۳۵۔قدیم لکھنؤ، مشرقی تمدن کا آخری نمونہ۔ ص ۱۳، ۱۴
۳۶۔ ایضاً۔ ص ۱۷، ۱۸
۳۷۔ ایضاً۔ ص ۱۸، ۱۹
۳۸۔ ایضاً۔ ص ۱۹
۳۹۔ تاریخِ اودھ، جلد سوم۔ ص ۵۲
۴۰۔ صدیقی، ابو اللیث، ڈاکٹر، (۲۰۰۲ء)لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، جلد اول۔ کراچی: غضنفر اکیڈمی، ص ۲۷
۴۱۔ "مخطوطہ دیوانِ ترقی (نسخہ خدا بخش لائبریری)" مشمولہ: نقوش۔ ص ۵۶
۴۲۔خوش معرکہ زیبا، جلد اول (مرتب: مشفق خواجہ)۔ ص ۲۱۸
۴۳۔ عامر، زاہد منیر، ڈاکٹر، مرتب، (۲۰۰۷ء)، کلیاتِ میر سوز، جلد اول۔ لاہور، مجلسِ ترقیِ ادب، ص ۱۱۱
۴۴۔ گلشنِ بے خار (مرتب: کلب علی خاں فائق)۔ ص ۱۰۱
۴۵۔ تاریخِ اودھ، جلد چہارم۔ ص ۱۲۱
۴۶۔ تاریخِ اودھ، جلد سوم۔ ص ۲۶۹
۴۷۔مجموعہ نغز (مرتب: محمود شیرانی)۔ ص ۱۳۸
۴۸۔تاریخِ ہندوی و ہندوستانی لٹریچر (ترجمہ بہ عنوان: تاریخِ شعرائے اردو)۔ ص ۳۶۱
۴۹۔گلشنِ بے خار (مرتب: کلب علی خاں فائق)۔ ص ۱۰۱
۵۰۔خوش معرکہ زیبا، جلد اول (مرتب: مشفق خواجہ)۔ ص ۲۱۸
۵۱۔ سرور، اعظم الدولہ، (۱۹۶۱ء)، عمدہ منتخبہ (مرتب: خواجہ احمد فاروقی)۔ دہلی، دہلی یونی ورسٹی، ص ۱۶۸
۵۲۔ریاض الفصحا (مرتب: مولوی عبد الحق)۔ ص ۵۴
۵۳۔ صدیقی، ابو اللیث، ڈاکٹر، (۲۰۰۲ء)، لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، جلد دوم۔ کراچی، غضنفر اکیڈمی، ص ۹
۵۴۔لکھنؤ کا دبستانِ شاعری، جلد اول۔ ص ۱۳۶
۵۵۔ آزاد، محمد حسین، (۲۰۰۰ء)، آبِ حیات۔ لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ص ۳۰۹
۵۶۔تاریخِ ادبیاتِ اردو، حصہ دوم۔ ص ۲۸۷

۵۷۔ایضاً۔ص۶۵ ۷

۵۸۔"مخطوطہ دیوانِ ترقی(نسخہ خدا بخش لائبریری)"مشمولہ:نقوش۔ص۵۴،۵۵

۵۹۔ایضاً۔ص۵۵

۶۰۔تاریخ اودھ،جلد سوم۔ص۲۷۰

۶۱۔"مخطوطہ دیوانِ ترقی(نسخہ خدا بخش لائبریری)"مشمولہ:نقوش۔ص۵۶

۶۲۔ایضاً

۶۳۔گلشنِ بے خار(مرتب:کلب علی خاں فائق)۔ص۱۰۱

64. J.F.Blumhardt.(1926)*Catalogue of Hindustani MSS in Library of the India Office*. London:Oxford University Press,.p 89,90

۶۵۔"میرزا محمد تقی خاں ترقی"مشمولہ:سیارہ۔ص۱۱۰-۱۱۷

۶۶۔"مخطوطہ دیوانِ ترقی(نسخہ خدا بخش لائبریری)"مشمولہ:نقوش۔ص۵۳-۶۱

۶۷۔ایضاً۔ص۵۵

۶۸۔ایضاً۔ص۵۲

۶۹۔"مخطوطہ دیوانِ ترقی(نسخہ خدا بخش لائبریری)"مشمولہ:نقوش۔ص۵۶

❖ References:

1. Najm-ul-Ghani Khan, Moulana (1978), *Tareekh-e-Odh*, Volume I, Karachi, Nafees Academy, P 12, 13
2. Kamal-u-Din Haider (1896), *Sawanehat-e-Salateen Odh*, Volume I, Lucknow, Matba Nwal Kishwar, P 19
3. Mufti Walli Allah Farrakh Abadi (1965), *Ehd-e-Bangash* (Mutarjam:Hakeem Shareef-ul-Zaman), Karachi: All Pakistan Educational Research, P 93
4. *Sawanehat-e-Salateen Odh*, Volume I, P 19
5. *Tareekh-e-Odh*, Volume I, P 13
6. *Sawanehat-e-Salateen Odh*, Volume I, P 19
7. Ibid
8. *Tareekh-e-Odh*, Volume I, P 14,15
9. Qasim Ali (1990), *Tareekh-e-Shahiyah Nishapur* (Mutarjam: Abdul Salam), New Dehli, Jamiyah Nagar, P 4

10. *Tareekh-e-Odh*, Volume I, P 16
11. Ibid P 17
12. Abdul Haleem Sharar (2005), *Qadeem Lucknow, Mashrqqi Tamaddun ka Akhri namonah*, Lahore, Book Talk, P 29-31
13. *Sawanehat-e-Salateen Odh*, Volume I, P 26
14. Saadat Khan Nasir (1970), *Khush Marakh-e-Zaiba*, Volume I, Murattab: Mushfiq Khawaja, Lahore, Majlis-e-Taraqqi Adab, P 218
15. Lalah Sirri Ram (1911), *Kham Khana-e-Javaid*, Volume II, Dehli, Matba Nwal Kishwar, P 52
16. Muhsin Lucknawi (1970), *Sarapa Sukhan* ,Murattab: Dr. Iqtad Ahsan , Lahore, Izhar sons, P 28
17. Garisein Datasi (1848), *Tareekh-e-Hindui-o-Hindustani Literature*, Tarjuma baunwan: Tareekh-e-Shuraye Urdu, Mutarjmeen: F failan Sahab Molvi Kareem-u-Din, Dehli, Matba-ul-Alum, P 361
18. Qudrat-ul-llah Qasim (1932), *Majmoa-e-Naghaz*, Murattab: Mehmood Sherani, Lahore: Silsala-e-Nashriyat Kuliya Punjab, P 138
19. Nawab Muhammad Mustafa Khan sheeftah (1973), *Gulshan-e-Bekhar* , Murattab: Kalb Ali Khan Faiq, Lahore, Majlis-e-Taraqqi-e-Adab, p 101
20. Dr. Akbar Haidari (Sept 1982) “Makhtotah-e-Deewan-e-Taraqqi (Nuskhay-e-Khuda baksh library)” Mushmolah *Naqoosh* (Asri Adab number), Lahore, Issue:129, P 56
21. Moulana Najm-ul-Ghani Khan (1980), *Tareekh-e-Odh*, Volume III, Karachi: Nafees Academy, P 269
22. Ghulam Humdani Mushafi (1934), Riaz-ul-Fusha (Murattab: Molvi Abdul Haq), orang Abad, Anjuman-e-Taraqqi Urdu, P 54
23. Dr. Akbar Haideri Kaashmiri (Oct, Nov 1976), “Mirza Muhammad khan Taraqqi” Mushmolah *Syarah*, Mahnamah, Lahore, P 110
24. Molvi Feroz-u-Din, *Feroz-ul-Lughat*, Lahore: Feroz Sons, S,N, P 1329

25. Molvi Noor-ul-Hassan Nayyar (1985), *Noor-ul-Lughat*, Volume IV, Islamabad, Nataional Book Foundation, Type II, P 418
26. Molvi Syed Ahmad Dehlawi (1977), *Farhang-e-Asfiyah*, Volume IV, Lahore: Markazi Urdu Board, P 504
27. "Mirza Muhammad Taqqi Khan Taraqqi" Mushmolah *Siyarah*, P 113
28. Dr. Abu Saeed Noor-u-Din (1997), *Tareekh-e-Adbiyat-e-Urdu*, Part II, Lahore: Maghrabi Pakistan Urdu Academy, P 728
29. "Mirza Muhammad Taqqi Khan Taraqqi" Mushmolah *Siyarah*, P 112
30. *Sawanhat-e-Salateen-e-Odh*, Volume I, P 233
31. Moulana Najm-ul-Ghani Khan (1982), *Tareekh-e-Odh*, Volume IV, Karachi Nafees Academy, p 154
32. *Tareekh-e-Shahiyah Nishapur*, P 9
33. *Tareekh-e-Odh*, Volume III, P 269
34. Moulana Najm-ul-Ghani Khan (1978), *Tareekh-e-Odh*, Volume II, Karachi Nafees Academy, p 153
35. *Qadeem Lucknow, Mashrqqi Tamaddun ka Akhri namonah*, P 13,14
36. Ibid, P 17,18
37. Ibid, P 18,19
38. Ibid, P 19
39. *Tareekh-e-Odh*, Volume III, P 52
40. Dr. Abul lais Siddique (2002), *lucknow ka dabistan-e-Shairi*, Volume I, Karachi: Ghazanfar Academy, P 27
41. "Makhtootah-e-deewan-e-taraqqi(Nuskhaye Khuda baksh Library)" Mushmolah Naqoosh, P 56
42. *Khush Marka-e-Zaiba*, Volume I (Murattab: Mushfiq Khawaja), P 218
43. Dr. Zahid Munir Amir (Murattab), (2007), *Kulyat-e-Mir Suz*, Volume I, Lahore: Majlis-e-Taraqqi Adab, P 111
44. *Gulshan-e-BayKhar* (Murattab: Kalb Ali Khan Faiq), P 101
45. *Tareekh-e-Odh*, Volume IV, P 121
46. *Tareekh-e-Odh*, Volume III, P 269
47. *Majmoah-e-Naghaz* (Murattab: Mehmood Sherani), P 138

48. *Tareekh-e-Hindwi-o-Hindustani Literature* (Tarjuma Baunwan: Tareekh-e-Shera-e-Urdu), P 361
49. *Gulshan-e-BayKhar* (Murattab: Kalb Ali Khan Faiq), P 101
50. *Khush Marka-e-Zaiba*, Volume I (Murattab: Mushfiq Khawaja), P 218
51. Azam-u-Doolah Servar (1961), *Umdah Muntakhibah* (Murattab: Khwaja Ahmad Farooqi), Dehli, Dehli University, P 168
52. Riaz-ul-Fusha (Murattab: Molvi Abdul Haq), P 54
53. Dr. Abul lais Siddique (2002), *lucknow ka dabistan-e-Shairi*, Volume II, Karachi, Ghazanfar Academy, P 9
54. *lucknow ka dabistan-e-Shairi*, Volume I, P 136
55. Azad, Muhammad Hussain (2000), *Aab-e-Hayat*, Lahore, Sang-e-Meel Publications, P 309
56. *Tareekh-e-Adbiyat-e-Urdu*, Part II, P 728
57. Ibid, P 725
58. "Makhtootah-e-deewan-e-taraqqi (Nuskhaye Khuda baksh Library)" Mushmolah Naqoosh, P 54, 55
59. Ibid, P 55
60. *Tareekh-e-Odh*, Volume III, P 270
61. Makhtootah-e-deewan-e-taraqqi (Nuskhaye Khuda baksh Library)" Mushmolah Naqoosh, P 56
62. Ibid
63. *Gulshan-e-BayKhar* (Murattab: Kalb Ali Khan Faiq), P 101
64. J.F Blumhardh.*Catalogue of Hindustani MSS in Library of the india office*.London, Oxford University Press, 1926.p 89,90
65. " Meerza Muhammad Taqqi Khan Taraqqi" Mushmoolah *Sayyarah*, P 110-117
66. Makhtootah-e-deewan-e-taraqqi (Nuskhaye Khuda baksh Library)" Mushmolah Naqoosh, P 53-61
67. Ibid, P 55
68. Ibid, P 56

Bahawalah "Makhtootah-e-deewan-e-taraqqi" (Nuskhaye Khuda baksh Library) Mushmolah Naqoosh, P 56